پاکستان کا قیام

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان ہندوستان میں ہونے والی پیشرفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (شملہ وفد سے تحریک خلافت تک)
- ۱۹۲۰ سے ۱۹۳۹ کے درمیان اہم سیاسی پیش رفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (تحریک خلافت سے یوم نجات تک)
- ۱۹۴۰ سے ۱۹۴۷ کے دوران ہونے والی سیاسی پیش رفت کا جائزہ لیا جائے گا۔
- پاکستان کی تشکیل میں خواتین اور اقلیتوں سمیت سیاسی رہنماؤں کے کردار پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

National Book Foundation

۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان اہم پیش رفت

شملہ وفد (۱۹۰۶)

۱۸۸۵ میں قائم ہونے والی انڈین نیشنل کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہ برصغیر پاک و ہند میں رہنے والی تمام برادریوں کے مفادات کی حفاظت کے لیے کام کرے گی۔ ۱۹۰۵ میں کانگریس کی بنگال کی تقسیم کے خلاف مخالفت، جس میں بنگال کو دو صوبوں، مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی، نے مسلمانوں میں کانگریس کے تئیں عدم اعتماد پیدا کر دیا۔ ہندو قوم پرست تحریکوں کے عروج نے مسلمانوں کے لیے خطرہ پیدا کر دیا۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد، جو مسلمان مایوسی کا شکار ہوئے تھے، انہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں اپنا اعتماد بحال کر لیا تھا۔ دوسری طرف ۱۹۰۵ میں لائیڈ جارج کی قیادت میں آزاد خیال جماعت (لبرل پارٹی) نے برطانیہ میں انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ اس آزاد خیال جماعت نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں آئینی اصلاحات متعارف کرائے جائیں گے۔ مسلم قیادت کا خیال تھا کہ مستقبل کی ان اصلاحات میں مسلمانوں کے مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرنا دانشمندی ہو گی۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ کو ۳۵ مسلمانوں کے ایک وفد نے سر آغا خان کی قیادت میں، ہندوستان کے مختلف خطوں کی نمائندگی کرتے ہوئے وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ اس وفد نے وائسرائے کو درج ذیل مطالبات پیش کیے:

- کہا گیا کہ دو بڑی جماعتوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کی موجودگی کی وجہ سے بھارت کی صورتحال برطانیہ سے مختلف ہے۔
- یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلم آبادی کی اقلیتی حیثیت کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان میں علیحدہ انتخابی نظام متعارف کرایا جائے۔
- سرکاری نوکریوں میں مسلمانوں کے لیے کوٹہ مختص کیا جائے۔
- وفد نے درخواست کی کہ عدلیہ میں مسلمانوں سے متعلق معاملات حل کرنے کے لیے مسلم جج مقرر کیے جائیں۔
- وفد نے ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی اور ان کے لیے قانون ساز اسمبلیوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستوں کا مطالبہ کیا۔
- مطالبہ کیا گیا کہ محمدن اینگلو اورینٹل (MAO) کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔

وائسرائے لارڈ منٹو نے مسلم وفد کا احترام کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ ان کے مطالبات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

شملہ وفد کی کامیابی

مسلمان قوم کو ۱۸۵۷ سے ہی چیلینجز کا سامنا تھا۔ تاہم، شملہ وفد نے مسلمانوں کے لیے کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔

۱۔ شملہ وفد نے مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان خلیج کو پُر کیا۔

۲۔ شملہ وفد نے مسلمانوں کے اعتماد کو بڑھایا۔

National Book Foundation

۳۔ شملہ وفد کی کامیابی نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی راہ ہموار کی۔

۴۔ ۱۹۰۹ کے منٹو مارلے اصلاحات کے ذریعے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ قبول کیا گیا۔

۵۔ علیحدہ انتخابی مطالبے کی منظوری کے ذریعے مسلمانوں کو ایک الگ قوم کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

۶۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی حمایت کے بغیر اپنے مطالبات براہ راست برطانوی حکومت کو پیش کر سکتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶)

اردو -ہندی تنازعہ، انتہاپسند ہندو تنظیموں کا قیام اور کانگریس کی مسلم دشمن پالیسیوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ مسلم قوم کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک پلیٹ فارم بنائیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۱۹۰۶ میں ڈھاکہ میں منعقد ہوا، ہندوستان کے ممتاز مسلم رہنماؤں نے اس اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس کے بعد ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خان نے ایک اجلاس بلایا۔ جس میں سیاسی جماعت کی تشکیل پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ یہ اجلاس ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو منعقد ہوا اور اس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی۔ انہوں نے ایک سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی، اور نواب سلیم اللہ خان، مولانا ظفر علی خان اور حکیم اجمل خان جیسے شرکاء نے اس خیال کی مکمل حمایت کی، جس کے نتیجے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اہداف

۱۔ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور مسلمانوں کے مطالبات کو برطانوی حکومت کے سامنے باعزت طریقے سے پیش کرنا۔

۲۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے تئیں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اور حکومتی پالیسیوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا۔

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر ہندوستان کی دیگر جماعتوں کیساتھ معاونت کرنا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ لیگ کا اگلا اجلاس ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ کو علی گڑھ میں ہوا۔ جس میں سر آغا خان صدر اور حسن بلگرامی کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ سید امیر علی کو لندن برانچ کا صدر مقرر کیا گیا۔ لیگ نے مسلمانوں کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا، جو ہندوؤں کے بعد ہندوستان کی دوسری سب سے بڑی قوم تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۹۰۶ سے ۱۹۴۷ تک بہت اہم کردار ادا کیا۔

منٹو مارلے اصلاحات (۱۹۰۹)

مسلمانوں کے علیحدہ انتخابی حلقے کے مطالبے کو تسلیم کیا گیا۔

مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت ہندوستان کے وائسرائے لارڈ منٹو نے کی، آئینی اصلاحات کا مسودہ تیار کر کے سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا مسٹر مورلے کو

National Book Foundation

بھجوایا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اس بل کی منظوری دی، جسے ۱۹۰۹ میں ہندوستان میں لاگو کیا گیا اور اسے منٹو-مورلے ریفارمز کا نام دیا گیا۔ اصلاحات کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقے کی مانگ کو قبول کیا گیا۔

۲۔ مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت میں اضافہ کیا گیا۔

۳۔ قانون ساز کونسلوں کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

۴۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل اور صوبائی ایگزیکٹو کونسلوں میں ہندوستانیوں کو شامل کیا گیا۔

۵۔ بلدیاتی اداروں کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کی اجازت دی گئی۔

تجزیہ

منٹو-مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کرلیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

میثاقِ لکھنؤ (۱۹۱۶)

آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈین نیشنل کانگریس کا ایک مشترکہ اجلاس دسمبر ۱۹۱۶ میں لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ یہ واقعہ ہندوستان میں ایک تاریخی لمحہ تھا۔ دونوں فریقین درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔

۱۔ آل انڈین نیشنل کانگریس نے مسلم لیگ کے جداگانہ انتخابی مطالبے کو قبول کرلیا۔

۲۔ صوبائی خود مختاری کو یقینی بنایا گیا، اور صوبائی کونسلوں کو ٹیکس لگانے اور بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا۔

۳۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی دی گئی۔

۴۔ اگر کسی خاص قومیت کے متعلق کوئی بل پیش کیا جاتا ہے، اور اس قومیت کے تین چوتھائی (۳/۴) اراکین اس بل کی مخالفت کرتے ہیں، تو بل کو مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ جُزو اقلیتی برادری کے حق میں تھا۔

۵۔ صوبائی قانون ساز کونسلوں میں، (۵/۴) اراکین کا انتخاب کیا جائے گا، جبکہ ایک پانچواں (۵/۱) نامزد کیا جائے گا۔

۶۔ مسلم اکثریتی صوبوں بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی نشستیں کم کی جائیں گی، جبکہ مسلم اقلیتی صوبوں بہار، ممبئی، مدراس، سی پی اور یوپی میں مسلمانوں کی نشستیں بڑھائی جائیں گی۔

۷۔ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو سوال پوچھنے اور تحریک التواء پیش کرنے کا حق دیا جائے گا۔

۸۔ انتظامیہ اور عدلیہ الگ ہونی چاہیے۔

National Book Foundation

تجزیہ

لکھنؤ معاہدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اہم تھا۔ کانگریس نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں اور مرکزی کونسل میں ایک تہائی مسلمانوں کی نمائندگی کو تسلیم کر لیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک اہم سنگ میل تھا جب کانگریس نے انہیں ایک علیحدہ قوم کے طور پر قبول کیا۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹)

پہلی جنگ عظیم کے دوران، ترکی جو خلافت کا گڑھ تھا، اتحادی افواج سے لڑا اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ خلافت عثمانیہ جو کہ ۱۲۹۹ میں قائم ہوئی تھی، اسے اتحادی افواج سے خطرہ تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی میں خلافت کے ادارے کی حفاظت کے مقصد سے تحریک خلافت شروع کی۔ اس تحریک کے تین بنیادی مطالبات یا مقاصد یہ تھے۔

۱۔ خلافت عثمانیہ کو ختم نہ کیا جائے۔

۲۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

۳۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے جو علاقے ترکی کے کنٹرول میں تھے انہیں ترکی سے نہیں چھینا جائے۔

وقوعہ

مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار انصاری اور بیرسٹر جان محمد جونیجو تحریک خلافت کے ممتاز رہنما تھے۔ انہوں نے برطانوی حکومت کے لیے خلافت کے ادارے کی اہمیت پر زور دینے کے لیے ریلیوں اور احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا۔ سید سلیمان ندوی، سید حسین، مولانا محمد علی جوہر اور حسن حیات پر مشتمل ایک وفد اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے برطانیہ بھیجا گیا۔ وفد نے وزیر اعظم سمیت برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے ملاقات کی اور ادارہ خلافت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ بدقسمتی سے برطانوی حکومت کا رویہ ترکی کے معاملے میں سازگار نہ تھا اور وفد خالی ہاتھ واپس ہندوستان چلا آیا۔

گاندھی کا کردار اور ہندو مسلم اتحاد: گاندھی، ایک ممتاز ہندو رہنما تھے، وہ تحریک خلافت میں شامل ہوئے اور مسلم کمیونٹی سے عزت حاصل کی۔ تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سرکاری ملازمتوں سے مستعفی ہو جائیں، تعلیمی اداروں میں جانے سے پرہیز کریں، عدالتوں کا بائیکاٹ کریں اور اپنے القابات سے دستبردار ہو جائیں۔

تحریک ہجرت: مولانا عبدالباری فرنگی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے فتویٰ جاری کیا کہ ہندوستان ایک دارالحرب (جنگ کا گھر) ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی زندگیوں اور اسلام کو خطرات لاحق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر ایک اسلامی ملک میں پناہ لینے پر غور کریں۔ اس فتویٰ کے اجراء کے بعد تقریباً ۱۸۰۰۰ مسلمانوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، افغان حکومت نے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی سرزمین میں داخل کرنے سے انکار کر دیا، اور بے سہارا افراد کا اپنے گھروں کو لوٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا۔

National Book Foundation

گاندھی کا تحریکِ خلافت کو ختم کرنے کا فیصلہ: گاندھی نے دو مخصوص وجوہات کی بناء پر تحریکِ خلافت سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔

پہلی وجہ یہ کہ موپلوں نے، جو عرب نسل سے تھے اور مالا بار کے ساحلوں پر آباد تھے، تحریکِ خلافت کے دوران احتجاج کیا۔ کچھ کو گرفتار کیا گیا، اور ان میں سے تقریباً ۰۰ ۲ہ برطانوی حکومت کے ہاتھوں مارے گئے۔ بعد میں موپلوں نے بغاوت کی، برطانوی حکومت کے خلاف گوریلا جنگ میں حصہ لیا اور برطانوی افسران کے ساتھ ساتھ کچھ ہندو پڑوسیوں کو بھی نشانہ بنایا۔ حکومت نے موپلاس کی بغاوت کو دبانے کے لیے اقدامات کیے تھے۔ گاندھی نے موپلاس کی پر تشدد سرگرمیوں پر سخت تنقید کی۔

دوسرا، ۱۹۲۲ کے آغاز میں، گاندھی نے اپنی عدم تعاون کی تحریک کا آغاز فرخ آباد ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبے چوری چورا سے کیا۔ فروری ۱۹۲۲ کو چوری چورا کے لوگوں نے ایک مظاہرہ کیا اور ٹیکس دینے اور حکومتی قوانین کو ماننے سے انکار کا اعلان کیا۔ پولیس نے طاقت کے استعمال سے مظاہرین کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ ہجوم نے ۲۲ پولیس اہلکاروں کو آگ لگادی۔ گاندھی نے فوری طور پر تحریکِ عدم تعاون اور خلافت تحریک کو ختم کر دیا۔

نتائج

تحریکِ خلافت کا آغاز ہندوستانی مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے کیا تھا۔ تاہم، یہ تحریک بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔ خلافت کے تاریخی ادارے کو اتحادی افواج نے ختم نہیں کیا تھا بلکہ ایک ترک مسلمان مصطفیٰ کمال اتاترک نے ختم کیا تھا۔ تحریکِ خلافت نے ہندوستانی سیاست پر اہم اثرات چھوڑے۔ مسلمانوں نے گاندھی کے فلسفے پر بھروسہ نہ کرنے کا سبق سیکھا۔ اور انہیں اعتماد اور سیاسی پختگی حاصل ہوئی۔

۱۹۳۹-۱۹۲۰ کے درمیان اہم پیش رفت

سائمن کمیشن ۱۹۲۷:

ہندوستانی حکومت نے ۱۹۱۹ میں مانٹیگو چیلمسفورڈ اصلاحات کو متعارف کروایا۔ اس نے اعلان کیا کہ دس سال کے بعد، اصلاحات کے نتائج کا جائزہ لینے اور ہندوستانیوں کے لیے مزید اصلاحات کی سفارش کرنے کے لیے ایک کمیشن ہندوستان بھیجا جائے گا۔ حکومت نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور ۱۹۲۷ میں سر جان سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ سائمن کمیشن کے رکن کے طور پر ہندوستان سے ایک بھی شخص شامل نہیں تھا۔ دو بڑی سیاسی جماعتوں، انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ سائمن کمیشن کے خلاف بھارت میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے جن کا استقبال "سائمن گو بیک، سائمن گو بیک" کے نعروں سے ہوا۔

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸)

ہندوستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ، لارڈ برکن ہیڈ نے برطانوی پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ ہندوستانی اب تقسیم ہو گئے ہیں اور ہندوستان میں مزید اصلاحات کے لیے متفقہ تجاویز تیار کرنے سے قاصر ہیں۔ ہندوستانی قیادت نے اس چیلنج کو قبول کیا، اور فروری ۱۹۲۸ میں ایک آل پارٹی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ متفقہ تجاویز تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے سربراہ موتی لال نہرو تھے۔ دیگر اراکین میں این اے جوشی، ایم آر جیکر، جی آر پردھان، تیج بہادر سپرو، سر علی

امام اور شعیب قریشی شامل تھے۔ کمیٹی نے مسلم کمیونٹی کے مفادات کو نظر انداز کیا اور ایک رپورٹ جاری کی جسے 'نہرو رپورٹ' کہا جاتا ہے۔ مسلم اراکین نے ان تجاویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نہرو رپورٹ میں درج ذیل تجاویز کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔

۱۔ علیحدہ انتخابی حلقوں کے طریقہ کار کو مشترکہ رائے دہندگان کے طریقہ کار سے تبدیل کیا جانا چاہیے۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں کم تھی۔ الگ الگ انتخابی حلقوں کے تحت مسلمانوں کے لیے نشستیں مختص کی جاتی تھیں۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ وہ مشترکہ رائے دہندگان کے تحت زیادہ سیٹیں جیت سکتی ہے۔

۲۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں ایک چوتھائی نشستیں مسلمانوں کے لیے مختص کی جائیں۔

۳۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے (NWFP) کو مزید اختیارات دیئے جائیں۔

۴۔ ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔

تجزیہ

مسلمانوں کے مطالبات، جنہیں لکھنؤ معاہدہ (۱۹۱۶) کے تحت تسلیم کیا گیا تھا، کانگریس نے نہرو رپورٹ میں انہیں الٹ دیا۔ مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس ان کے مفادات کو پورا نہیں کر سکتی۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات (۱۹۲۹)

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸) کے تحت مسلمانوں کے مفادات بری طرح متاثر ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس بلایا اور اپنے چودہ نکات پیش کئے۔

۱۔ تمام صوبوں کو یکساں طور پر صوبائی خود مختاری دی جائے۔

۲۔ ایک وفاقی نظام متعارف کرایا جائے، اور بقایا اختیارات صوبوں کو سونپے جائیں۔

۳۔ تمام قانون ساز اسمبلیوں میں اقلیتوں کو موثر اور مناسب نمائندگی فراہم کی جائے لیکن ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

۴۔ مسلمانوں کے لیے الگ انتخابی نظام ہونا چاہیے۔

۵۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے۔

۶۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی (۱/۳) نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۷۔ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے (NWFP) میں اصلاحات متعارف کرائے جائیں۔

۸۔ اگر صوبوں کی حد بندی ضروری ہے تو پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختونخواہ) میں مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

National Book Foundation

۹۔ مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلم کمیونٹی کے وزراء کا ایک تہائی (۱/۳) ہونا ضروری ہے۔

۱۰۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۱۱۔ ہندوستان میں تمام برادریوں کو مذہبی آزادی دی جائے۔

۱۲۔ مجالس قانون ساز کو کسی ایسی تحریک یا تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان اپنے قومی مفادات کے حق میں قرار دیں۔

۱۳۔ مسلم ثقافت، تعلیم اور زبان کو آئینی تحفظ دیا جائے۔

۱۴۔ صوبوں اور ریاستوں سے منظوری حاصل کرنے کے بعد آئین میں ترامیم کی جائیں۔

تجزیہ

قائد کے یہ چودہ نکات نہرو رپورٹ کی تجاویز کا فوری اور مناسب جواب تھے۔ یہ امت مسلمہ کے معتدل اور حقیقی مطالبات تھے جو صحیح وقت پر پیش کیے گئے۔ مسلمانوں نے بعد کے سالوں میں چودہ نکات کے ڈھانچے کی بنیاد پر اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب (۱۹۳۰)

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۳۰ میں الہ آباد میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت عظیم مسلم مفکر علامہ اقبال نے کی۔ یہ اجلاس اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ اس اجلاس میں علامہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی صدارتی تقریر میں درج ذیل نکات کی نشاندہی کی۔

انہوں نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اقبال نے ہندوستانی تناظر میں دو قومی نظریہ کے تصور پر زور دیا۔ انہوں نے مغربی دنیا پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مغرب میں مذہب کو ہر فرد کا نجی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں مادے کو روح سے الگ کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے اور دونوں یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام ایک متحرک قوت ہے جس نے مسلمانوں کی مسلسل حفاظت کی ہے۔ اقبال نے ہندوستان کے ایک قوم ہونے کے نظریہ کو سختی سے مسترد کیا اور زور دے کر کہا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہندوستان میں مختلف قومیں رہتی ہیں جن میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا مغربی دنیا سے موازنہ غلط ہوگا۔ مسلمانوں کے پاس علیحدہ وطن کے حصول کی معقول وجوہات ہیں کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا:

> "ہندوستان ایک براعظم ہے۔ جہاں مختلف قومیں ایک ساتھ رہتی ہیں، اور وہ آپس میں اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی آئین یا مستقبل کی ترتیبات اس خیال پر مبنی ہے کہ 'تمام ہندوستانی ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں'، تو یہ ممکنہ طور پر ہندوستان میں خانہ جنگی کو بھڑکا سکتا ہے۔ اس لیے میں ہندوستان کے مسلمانوں کے بہترین مفاد میں ایک مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے ایسا لگتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں، خاص طور پر ہندوستان کے شمال مغربی خطے میں ایک مضبوط مسلم ریاست قائم کرنا پڑے گی۔"

National Book Foundation

تجزیہ

علامہ اقبال کا خطاب سیاسی جدوجہد میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک واضح سمت فراہم کی۔ انہوں نے مسلم اکثریتی علاقوں میں ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کسی مسلمان نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ - ۱۹۳۲)

قائداعظم محمد علی جناح نے برطانوی وزیراعظم مسٹر رمز میکڈونلڈ کو ایک خط لکھا جس میں اُن پر زور دیا گیا کہ وہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں کی ایک کانفرنس بلائیں تاکہ وہ اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کریں۔

گول میز کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ سے ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ کانگریس نے پہلے اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، سر آغا خان وغیرہ جیسے ممتاز رہنماؤں نے مسلم لیگ کی نمائندگی کی۔ مختلف مسائل کے حل کے لیے آٹھ ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ وزیراعظم نے ہندوستان میں مرکز میں وفاقی نظام اور صوبوں میں ذمہ دار حکومت کا نظام متعارف کرانے کا اعلان کیا۔ حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا سیشن ۷ ستمبر ۱۹۳۱ سے یکم دسمبر ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ جس میں کانگریس کی نمائندگی گاندھی نے کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی علامہ اقبال، مولانا شوکت علی اور سر علی امام نے کی۔ گاندھی نے ہندوستان کو ایک قوم ثابت کرنے کی پوری کوشش کی۔ گاندھی کے سخت رویہ کی بناء پر، اقلیتوں کے معاملے پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا۔ اور اجلاس بغیر کسی نتیجے پر پہنچے ختم کردیا گیا۔

تیسرا اجلاس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ تک منعقد ہوا۔ تیسرے اجلاس میں کانگریس نے شرکت نہیں کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی سر آغا خان نے کی۔ تیسرا سیشن بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگیا۔

کمیونل ایوارڈ (۱۹۳۲)

برطانوی وزیراعظم مسٹر رمز میکڈونلڈ نے اگست ۱۹۳۲ میں کمیونل ایوارڈ کا اعلان کیا۔ جس کے تحت مسلمانوں، سکھوں، ہندوستانی عیسائیوں، اینگلو انڈینز، یورپیوں اور نچلے طبقات کے لیے الگ الگ انتخابی حلقوں کو بڑھا دیا گیا۔ اس ایوارڈ نے ہندوستان میں اقلیتوں کے حق میں، مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں محفوظ کیں۔ تناسب کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کو متعلقہ صوبوں میں ان کی آبادی سے زیادہ صوبائی اسمبلیوں میں نشستیں مختص کی گئیں۔ تاہم یہ فیصلہ مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تھا، کیونکہ پنجاب اور بنگال کے صوبوں میں ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں نے کمیونل ایوارڈ کو قبول نہیں کیا اور مسلم لیگ نے بھی پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیوں میں مسلم نشستوں میں کمی کی وجہ سے اسے مسترد کردیا۔

National Book Foundation

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۳۵)

برطانوی حکومت نے نہرو رپورٹ، قائد کے چودہ نکات اور تینوں گول میز کانفرنسوں (۱۹۳۰-۱۹۳۲) کے نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے مستقبل کے آئین کی تشکیل کا عمل شروع کیا۔ ۱۹۳۵ کے آئین کی اہم خصوصیات درج ذیل تھیں:

دوایوانی مقننہ یا قانون ساز اسمبلی: ایک دوایوان والی قانون ساز اسمبلی بنائی گئی۔ جس میں ریاستی کونسل ایوان بالا کے طور پر کام کرتی تھی، جس میں کل ۲۶۰ ارکان تھے، جن میں سے ۱۵۶ صوبوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ۱۰۴ ریاستوں کی نمائندگی۔ ایوان زیریں کے طور پر خدمات انجام دینے والی وفاقی اسمبلی ۳۷۵ ارکان پر مشتمل تھے، جس میں ۲۵۰ صوبوں اور ۱۲۵ ریاستوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

وفاقی نظام: صوبوں اور ریاستوں پر مشتمل وفاقی نظام متعارف کرایا گیا۔

اختیارات کی تقسیم: مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کو تین فہرستوں میں تقسیم کیا گیا: وفاقی فہرست، صوبائی فہرست اور متوازی فہرست۔

صوبے: ۱۹۳۵ کے ایکٹ کے تحت انڈیا کے ۱۱ (گیارہ) صوبے تھے، جن میں سے ہر ایک کو صوبائی اور کنکرنٹ لسٹ میں درج مضامین پر قانون بنانے کا اختیار حاصل تھا۔

صوبائی خود مختاری: صوبائی خود مختاری میں اضافہ کیا گیا۔

وزراء کی کونسل: ہر صوبے میں وزراء کی ایک کونسل تھی، اور گورنر، کونسل کے مشورے پر عمل کرنے کا پابند تھا۔ البتہ، صوبائی گورنر بھارت کے گورنر جنرل کے ذیلی تھے۔

انڈین کونسل کا خاتمہ: انڈین کونسل کو ختم کر دیا گیا۔

وفاقی عدالت: وفاقی عدالت چیف جسٹس اور چھ دیگر ججوں پر مشتمل تھی جو اعلیٰ عدلیہ کے طور پر کام کرتی تھی۔ قانون (ایکٹ) فیڈرل عدالت کی اختیارات کے بارے میں تفصیلات فراہم کرتا تھا۔

National Book Foundation

تجزیہ

منٹو-مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

کانگریس کی وزارتوں کی تشکیل (۱۹۳۷-۱۹۳۹)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کے تحت ۱۹۳۷ میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ صوبوں کی کل نشستوں کی تعداد ۱۵۸۵ تھی، اور مسلم لیگ نے ۴۹۵ میں سے ۱۰۸ مسلم مخصوص نشستیں حاصل کیں۔ مسلم لیگ مختلف وجوہات کی بنا پر اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکی۔ کانگریس نے ہندوستان کے کل ۱۱ (گیارہ) صوبوں میں سے ۸ (آٹھ) میں صوبائی وزارتیں بنائیں۔ تاہم مسلم لیگ کسی بھی صوبے میں وزارت قائم کرنے میں ناکام رہی۔ ۸ (آٹھ) صوبوں میں وزارتوں کی تشکیل کے فوراً بعد، کانگریس نے مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں، جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

پارٹی کے جھنڈے لہرانا: جب ۸ (آٹھ) صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بن گئیں تو کانگریس نے سرکاری افسران کو ہدایات جاری کیں کہ وہ سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے جھنڈے لہرائیں۔

وندے ماترم ترانہ: "وندے ماترم" بنکم چندر چیٹرجی کے ناول "آنند مٹھ" سے لیا گیا ایک نغمہ تھا۔ اس نغمے میں مسلمانوں کی منفی تصویر پیش کی گئی تھی اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنے کی تائید کی گئی تھی، اور یہ تجویز کیا گیا تھا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے۔ کانگریس نے "وندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا اور ہدایات جاری کیں کہ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں دن کا آغاز اس کو پڑھ کر کیا جائے۔

ودیہ مندر اسکیم: یہ ایک نئی تعلیمی اسکیم تھی جو ان صوبوں میں متعارف کرائی گئی تھی جہاں کانگریس پارٹی نے اپنی وزارتیں بنائی تھیں، اور اس اسکیم کا مقصد مسلم ثقافت کو مٹانا تھا۔ اس اسکیم کا مقصد مسلمانوں کو ہندو مذہب میں تبدیل کرنا تھا، اس لیئے اسے تمام تعلیمی اداروں میں لاگو کیا گیا۔ طلباء کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اسکول کی اسمبلیوں کے دوران ہر روز گاندھی کی تصویر کو خراج عقیدت پیش کریں۔

وردھا اسکیم: یہ اسکیم گاندھی کے فلسفہ ہندو قوم پرستی کی تبلیغ اور عدم تشدد کی اہمیت پر زور دینے کا نتیجہ تھی۔ اس اسکیم کا بنیادی مقصد نوجوان طلبہ کے ذہنوں میں ہندو ہیروز اور مذہبی رہنماؤں کے لیے احترام پیدا کرنا تھا۔ یہ اسکیم یہ احساس پیدا کرنے کے لیے بنائی گئی تھی کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم ہے۔ یہ جان بوجھ کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے متعارف کرائی گئی تھی۔

مسلمانوں پر حملے: کانگریس پارٹی کے دور حکومت میں صوبوں میں مسلمانوں پر حملے ایک پریشان کن معمول بن گیا تھا۔ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں اور کانگریس کی غیر منصفانہ طرف داری کریں۔

کانگریس کی وزارتوں سے استعفیٰ اور یوم نجات: دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ میں شروع ہوئی اور برطانیہ نے جرمنی کے خلاف لڑتے ہوئے ہندوستانیوں سے ان کی حمایت کا مطالبہ کیا۔ کانگریس کا خیال تھا کہ برطانوی حکومت اس وقت اسے نظر انداز نہیں کر سکتی اور اعلان کیا کہ وہ جنگ میں ہونے والی سرگرمیوں میں حکومت کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ نومبر ۱۹۳۹ میں کانگریس کی وزارتوں نے صوبائی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ قائداعظم نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ کو پرامن طریقے سے یوم نجات منائیں۔

National Book Foundation

تجزیہ

کانگریس کی وزارتوں کی حکمرانی مسلمانوں کے لیے ایک نازک دور تھا، کیونکہ اس دوران، اِن کی جانوں، جائیداد اور مذہب پر حملہ ہوا۔ کانگریس نے ہندوستان میں ایک قوم کے احساس کو فروغ دینے کے لیے مسلم مخالف تعلیمی اسکیمیں متعارف کروائیں۔ مسلمانوں نے پرامن طریقے سے ان پالیسیوں پر تنقید کی۔ وہ کانگریس کی وزارتوں سے استعفے دے کر خوش تھے۔

قراردادلاہور / قراردادپاکستان (۱۹۴۰)

مارچ ۱۹۴۰ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منٹو پارک میں منعقد ہوا، جو بعد میں اقبال پارک کے نام سے مشہور ہوا۔ قائداعظم نے اس سیشن کی صدارت کی، یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا ایک اہم واقعہ تھا کیونکہ اس اجلاس میں انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد پر اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ اس اجلاس میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے ممتاز مسلم قائدین نے شرکت کی۔ قائد نے اپنی صدارتی تقریر کی اور چند اہم نکات اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ غلط فہمی ہے کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم رہتی ہے۔ بلکہ یہاں دو مختلف قومیں رہتی ہیں: مسلمان اور ہندو۔ وہ مختلف تہذیبوں کے حامل ہیں جن کی عبادت کے اسلوب بھی مختلف ہیں۔ سالوں سے بھارت میں اکٹھے رہنے کے باوجود، ان کی اپنی جداگانہ شناخت ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہیں۔ قائد نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کے مسئلے کو ایک فرقہ دارانہ معاملہ کے طور پر نہیں بلکہ بین الاقوامی معاملہ کے طور پر دیکھا جانا چاہئے۔

قرارداد: بنگال کے وزیراعلیٰ مولوی فضل الحق نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا: "کوئی بھی آئینی منصوبہ مسلمانوں کے لیے قابل عمل یا قابل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ اسے درج ذیل بنیادی اصولوں پر نہ بنایا جائے۔ جغرافیائی طور پر جہاں جہاں مسلمان بکھرے ہوئے ہیں ان علاقوں کو ایک کرنا چاہیے، وہ علاقے جہاں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں کو ایک کیا جائے تاکہ 'الگ ریاست' کی تشکیل کی جاسکے۔" اجتماع میں موجود تمام قائدین اور شرکاء نے قرارداد کی تائید کی۔

ردعمل

مسلمان کافی خوش تھے کیونکہ قراردادلاہور نے انہیں ان کی منزل دکھادی تھی۔ قائداعظم کی مہربان قیادت میں انہوں نے اپنی توانائیاں آزادی کے حصول کے لیے وقف کر دیں۔ دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریس نے قرارداد کو مسترد کر دیا۔

National Book Foundation

کرپس مشن(۱۹۴۲)

مارچ ۱۹۴۲ میں برطانوی حکومت کا ایک وفد سر اسٹافورڈ کرپس کی قیادت میں ہندوستان پہنچا۔ وفد کا مقصد ہندوستان کی سیاسی صورتحال کا جائزہ لینا اور حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرنا تھا۔ وفد نے اپریل ۱۹۴۲ میں اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی۔ ان کی سفارشات حسب ذیل تھیں۔

۱۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ایک دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی، جس میں صوبوں اور ریاستوں کے اراکین شامل ہوں گے۔

۲۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ہندوستان کو تسلط کا درجہ دیا جائے گا۔

۳۔ آئین کی تشکیل آئین ساز اسمبلی کے ذریعے کی جائے گی۔

۴۔ کرپس مشن کی تجاویز کو مجموعی طور پر قبول یا مسترد کر دیا جائے گا۔

ہندوستان چھوڑو تحریک(۱۹۴۲)

برطانیہ دوسری جنگ عظیم میں حصہ لے رہا تھا۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ برطانیہ جنگ میں کامیاب نہیں ہو گا اور اس نے حکومت پر غیر منقسم ہندوستان چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ اگست ۱۹۴۲ میں کانگریس نے ہندوستان چھوڑو تحریک شروع کی۔ اس تحریک میں کانگریس نے الگ مسلم ریاست کے قیام میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ ہندو اپنے ایجنڈے کے حصول کے لیے پر تشدد سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ تاہم، حکومت نے صورت حال پر قابو پا لیا، اور یہ تحریک بالآخر ناکام ہو گئی۔

تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑو

قائداعظم محمد علی جناح نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کو مسلم دشمن قرار دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی۔ قائداعظم نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کا جواب اس نعرے کے ساتھ دیا، 'تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑو۔' یہ قائداعظم کا بہترین جواب تھا۔ انہوں نے بھارتی مسلمانوں کے لیے الگ مسلم ریاست حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو وقف کیا۔

گاندھی-جناح مذاکرات(۱۹۴۴)

۱۷ جولائی ۱۹۴۴ کو گاندھی نے قائداعظم کو خط لکھ کر ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گاندھی جناح مذاکرت ۹ ستمبر ۱۹۴۴ کو شروع ہوئے اور ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ تک ممبئی میں جاری رہے۔ گاندھی نے قائداعظم سے کہا کہ وہ ان سے ذاتی حیثیت میں ملنے آئے ہیں نہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے

National Book Foundation

کے طور پر۔ قائد اعظم نے اس بات کا اظہار کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ ریاست ملنی چاہیے۔ دوسری طرف، گاندھی نے کہا کہ تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں، اور ہندوستان کی تقسیم ہندوستان کی وحدت کو تباہ کر دے گی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ کو گاندھی جناح مذاکرات ختم ہوئے۔ گاندھی کے اس غیر منصفانہ نقطہ نظر کی وجہ سے مذاکرات ناکام ہو گئے کہ تمام ہندوستانی ایک قوم تھے۔

شملہ کانفرنس (۱۹۴۵)

جون ۱۹۴۵ میں، دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ہندوستانی وائسرائے لارڈ ویول نے شملہ میں ایک کانفرنس طلب کی اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کو اپنے منصوبے پر بات کرنے کے لیے مدعو کیا۔ کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد نے قائد اعظم کی قیادت میں اور کانگریس کے وفد نے مولانا ابوالکلام کی قیادت میں شرکت کی۔ کانگریس نے مولانا ابوالکلام کو یہ دعویٰ کرنے کے لیے نامزد کیا کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ تاہم، ایک تعطل پیدا ہوا جب قائد اعظم نے اصرار کیا کہ ایگزیکٹو کونسل کے پانچوں ارکان کا مسلم لیگ سے ہونا ضروری ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ خضر حیات نے مطالبہ کیا کہ کونسل میں مسلمانوں کے لیے مختص ایک نشست ان کی یونینسٹ پارٹی کو دی جائے۔ کانگریس نے بھی یونینسٹ پارٹی کے مطالبے کی حمایت کی۔ قائد اعظم نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام جماعتوں کے نمائندہ دعووں کا تعین کرنے کے لیے انتخابات کرائے جائیں۔ کانفرنس بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔

۱۹۴۵-۱۹۴۶ کے انتخابات

مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ میں ہوئے تھے۔ قائد اعظم نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے لیے ان انتخابات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ پر اپنا انتخابی منشور تیار کیا۔ اور انتخابات میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام ۳۰ نشستیں مسلم لیگ نے جیتیں۔ ۱۹۴۶ کے آغاز میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جن میں مسلمانوں کے لیے ۴۸۲ نشستیں مخصوص تھیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ریزرو مسلم سیٹوں کی اکثریت حاصل کی۔ ۱۹۴۵-۴۶ کے انتخابات نے ثابت کیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستانی مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت تھی، جب کہ کانگریس بنیادی طور پر ہندوؤں کی نمائندگی کرتی تھی۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کی جیت نے پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی۔

National Book Foundation

دہلی کنونشن (۱۹۴۶)

۱۹ اپریل ۱۹۴۶ کو دہلی میں مسلم لیگ کے مرکزی قانون ساز اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے جیتنے والے امیدواروں کا جلسہ منعقد ہوا۔ ہندوستان کی سیاسی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ قائداعظم نے اس بات پر زور دیا کہ کانگریس کے دور حکومت میں متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام امت مسلمہ کی منزل ہے۔ دہلی کنونشن کے شرکاء نے علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی قرارداد پاس کی۔

کیبنٹ مشن پلان (۱۹۴۶)

برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے ہندوستان کے وائسرائے اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ آئینی مسائل پر بات چیت کے لیے ایک وفد ہندوستان بھیجا جسے کابینہ مشن پلان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وفد تین ارکان پر مشتمل تھا: سر اسٹافورڈ کرپس، اے وی۔ الیگزینڈر اور پیتھک لارنس۔ یہ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ کو ہندوستان پہنچا۔ وفد نے دونوں جماعتوں، کانگریس اور مسلم لیگ کی قیادت سے ملاقات کی اور ان کے خیالات سنے۔ اس نے مئی ۱۹۴۶ میں ایک فارمولے کا اعلان کیا جس اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان ایک یونین ہوگی جس میں برطانوی ہندوستان اور ریاستیں شامل ہوں گی۔ مرکزی حکومت دفاع، خارجہ امور، مواصلات اور ٹیکس کے نفاذ جیسے موضوعات سے نمٹے گی۔

۲۔ صوبوں کے تین گروپ ہوں گے۔ گروپ (الف) چھ ہندو اکثریتی صوبوں پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ب) پنجاب، سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ج) بنگال اور آسام کے صوبوں پر مشتمل ہوگا۔

۳۔ صوبے اور ریاستیں ہندوستانی یونین کی بنیادی اکائیاں ہوں گی۔ صوبوں کو ان مضامین پر اختیارات حاصل ہوں گے جو یونین کے مضامین میں شامل نہیں ہیں۔ صوبوں کو بقایا اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

۴۔ اگر کسی بھی صوبے کی صوبائی اسمبلی کی اکثریت ہندوستانی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے گی، تو وہ ایسا کر سکے گی، لیکن دس سال کی مدت کے بعد۔

۵۔ سیاسی جماعتوں کو مجموعی طور پر اس منصوبے کو قبول یا مسترد کرنا ہوگا۔ جو جماعت اس منصوبے کو قبول کرے گی اسے عبوری حکومت میں شامل کیا جائے گا۔

ردعمل

کانگریس نے اس منصوبے کو قبول کر لیا اور وہ کافی خوش تھی کیونکہ مسلمانوں کا الگ ریاست کا مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ قائداعظم اور مسلم لیگ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا لیکن منصوبے کی شقوں کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا۔

National Book Foundation

عبوری حکومت

۱۹۴۶ میں ہندوستان میں ایک عبوری حکومت قائم ہوئی جس نے آزادی تک اپنے کام جاری رکھے۔ کانگریس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت سے باہر رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی۔ مسلم لیگ سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان اور ان کے محکمے یہ ہیں:

لیاقت علی خان (مالیات)، راجہ غضنفر علی (صحت)، ابراہیم اسماعیل چندی گڑھ (کامرس)، عبدالرب نشتر (مواصلات) اور جوگیندر ناتھ منڈل (قانون) شامل تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان میں جواہر لعل نہرو (خارجہ امور)، راج گوپال اچاریہ (تعلیم)، جگجیون رام (مزدور)، راجندر پرساد (خوراک اور زراعت)، پٹیل (داخلہ، اطلاعات و نشریات) شامل تھے۔ آصف علی (ٹرانسپورٹ اور ریلوے) تین اقلیتی ارکان میں بلدیو سنگھ (دفاع)، جان متھائی (صنعتیں اور سپلائیز) اور سی ایچ بھابھا (کام، کان اور بجلی)۔

۳ جون ۱۹۴۷ کا منصوبہ

پس منظر: لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا آخری وائسرائے مقرر کیا گیا تھا، اور وہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ کو ہندوستان پہنچے تھے۔ ان کا اہم کام ہندوستانیوں کو اقتدار کی پرامن منتقلی میں سہولت فراہم کرنا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی سیاسی قیادت سے بات چیت شروع کی۔ انہوں نے کانگریس کے نمائندوں جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی سے ملاقات کی۔ ماؤنٹ بیٹن نے ان کے نقطہ نظر کو سنا۔ قائد اعظم نے ماؤنٹ بیٹن سے بھی ملاقات کی اور ہندوستان کی تقسیم کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ ماؤنٹ بیٹن برطانوی حکومت سے ہندوستان کی تقسیم کی اسکیم کی منظوری لینے برطانیہ گئے تھے۔ برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی اور ان کی کابینہ نے اس اسکیم کی منظوری دی، اور ماؤنٹ بیٹن ہندوستان واپس آ گئے۔

۳ جون کا منصوبہ: تقسیم کا ابتدائی منصوبہ اگست ۱۹۴۸ میں طے کیا گیا تھا۔ تاہم، ماؤنٹ بیٹن نے کچھ وجوہات کی بناء پر تاریخ میں ردوبدل کر کے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۳ جون ۱۹۴۷ کو تقسیم کے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس پلان کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ سندھ اسمبلی فیصلہ کرے گی کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہتی ہے یا پاکستان میں۔

۲۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) میں ایک ریفرنڈم کا انعقاد کیا جائے گا تاکہ یہ تعین کیا جا سکے کہ صوبہ، ہندوستان کے کس حصہ میں شامل ہونا چاہتا ہے، بھارت میں یا پاکستان میں۔

۳۔ پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیاں اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گی۔

۴۔ ایک ریفرنڈم صوبہ آسام کے ضلع سلہٹ میں منعقد کیا جائے گا تاکہ لوگوں کی ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش کا تعین کیا جا سکے۔

۵۔ بلوچستان کا شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپل کارپوریشن اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

National Book Foundation

۶۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کو ہندوستان اور پاکستان میں عبوری آئین کے طور پر لاگو کیا جائے گا۔

۷۔ ریاستیں اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کریں گی۔

قانون آزادی ہند ۱۹۴۷

برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے مسودہ قانون برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جس کو منظور کر لیا گیا۔ اس کا نفاذ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ کو ہوا اور اسے آزادی ایکٹ ۱۹۴۷ کا نام دیا گیا۔ ایکٹ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ ہندوستان پر برطانوی راج ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کو ختم ہو جائے گا، اور دو ممالک، پاکستان اور بھارت، قائم کیے جائیں گے۔

۲۔ دونوں ممالک کی قانون ساز اسمبلیوں کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہو گا۔ ۱۹۳۵ کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو ہندوستان اور پاکستان دونوں میں عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا جائے گا۔

۳۔ شاہی ریاستوں کو کسی بھی ملک میں شامل ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔

۴۔ برطانوی ولی عہد کے اختیارات ختم ہو جائیں گے، اور دونوں ممالک کے گورنر جنرلز کو مقننہ کے منظور کردہ بلوں کی منظوری کا اختیار حاصل ہو گا۔

۱۹۴۷ کے آزادی ایکٹ کے تحت، پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو وجود میں آیا، قائد اعظم محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم تھے۔

پاکستان کی تشکیل میں سیاسی رہنماؤں، خواتین اور اقلیتوں کا کردار

قائد اعظم محمد علی جناح

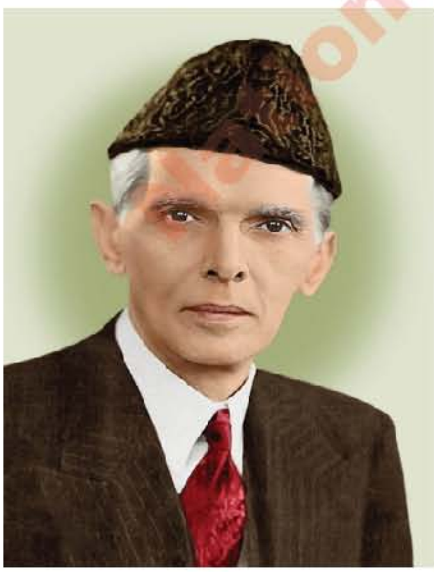

قائد اعظم محمد علی جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ کو کراچی میں پیدا ہوئے وہ بیسویں صدی کے عظیم مسلم رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی توانائیاں ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ہندو اور برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ انہیں بجا طور پر قائد اور بابائے قوم کہا جاتا ہے۔ ابتدا میں قائد اعظم نے ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی اور ۱۹۱۶ کے لکھنؤ معاہدہ کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تاہم کانگریس اور ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے وہ اس پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان دونوں پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا۔ انہوں نے ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسترد کر دیا اور اس

National Book Foundation

کے لیے انہوں نے کئی مثالیں پیش کیں۔

مسلمان ایک الگ قوم تھے اور انہیں ایک الگ وطن کی ضرورت تھی۔مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا اصل مقصد ایک الگ ریاست کا حصول ہے۔انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کیا اور اس کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔لیگ نے ۱۹۴۵ کے انتخابات میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کی تمام ۳۰ مخصوص مسلم نشستیں جیت لیں۔ قائداعظم نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور اپنی تمام تر کوششیں پاکستان کے ابتدائی مسائل کے حل کے لیے وقف کر دیں۔ قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو انتقال کر گئے لیکن وہ آج بھی پاکستانیوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ،ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی اور بعد میں لاہور چلے گئے ،جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ اقبال انگلستان گئے اور چند سال وہیں رہے۔ بعد ازاں وہ جرمنی چلے گئے ،یونیورسٹی آف میونخ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی ،اور ۱۹۰۸ میں ہندوستان واپس آئے۔ علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کی مذمت کی۔ علامہ اقبال کو" شاعر مشرق" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے اتحاد کے خیال کی حمایت کی۔ وہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی خطاب کیا، انہوں نے اپنی تقریر میں درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ،سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے اور اس نے ہمیشہ مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسلمان قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہندو اور مسلمان دونوں زندگی کے ہر پہلو میں شدید اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست قائم کی جائے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو متاثر کیا اور وہ "حکیم الامت" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ کو ہوا اور انہیں لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

National Book Foundation

چوہدری رحمت علی رحمتہ اللہ علیہ

چوہدری رحمت علی جدوجہد آزادی کے دوران ایک سرگرم شخصیت اور نظریہ پاکستان کے معمار تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا اور پھر ایچی سن کالج لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے ماسٹر ڈگری مکمل کی، جس کے بعد ڈبلن یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی۔ چوہدری رحمت علی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے گہری جذباتی حساسیت رکھتے تھے اور ایک عظیم خطیب تھے۔ انہوں نے اس خیال کو پروان چڑھایا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ وطن دیا جانا چاہیے۔

۱۹۳۳ میں، چودھری رحمت علی نے 'اب یا کبھی نہیں' کے عنوان سے ایک پمفلٹ جاری کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمان کئی پہلوؤں سے ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کو دو ریاستوں میں تقسیم کرنا امن کو برقرار رکھنے کا ایک قابل عمل اور مستقل حل ہے کیونکہ ایک غیر منقسم ہندوستان بے ترتیبی اور انتشار کا باعث بنے گا۔ چودھری رحمت علی نے مسلم ریاست کا نام "پاکستان" تجویز کیا۔ ۱۹۳۳ میں انہوں نے 'پاکستان نیشنل موومنٹ' کی بنیاد رکھی اور برطانوی راج سے آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ انہوں نے مسلمانوں میں یہ شعور بیدار کیا کہ ان کے مسئلے کا واحد حل الگ ریاست کے قیام میں ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح

محترمہ فاطمہ جناح قائد اعظم محمد علی جناح کی بہن تھیں اور انہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان کے دوران بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی بہت فعال کردار ادا کیا۔ وہ اپنے بھائی کی قریبی ساتھی تھیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین کے حلقے کو منظم کرنے کا کام کرتی تھیں، وہ مسلم لیگ کے جلسوں کی صدارت کرتی تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بھائی قائد اعظم کے ساتھ ہر اس جگہ جاتیں جہاں وہ مسلمانوں کے مسائل کا حل تلاش کرتے۔ انہوں نے متحدہ ہندوستان میں دور دراز مقامات کا دورہ کیا اور مسلم خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کی، اور انہیں جدوجہدِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔

فاطمہ جناح اور ان کی ساتھیوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کا پیغام ہر گھر تک پہنچایا۔ تقسیم کے وقت بڑی تعداد میں مہاجرین پاکستان آئے۔ انہوں نے پناہ گزین

کیمپوں کا دورہ کیا اور خواتین کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور خندہ پیشانی سے مسائل کا سامنا کریں۔ قائداعظم کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ۱۹۶۵ میں ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا۔ انہیں مادرِ ملت کا خطاب دیا گیا۔ فاطمہ جناح کا انتقال ۱۱ جولائی ۱۹۶۷ کو ہوا۔

ایس پی سنگھا

دیوان بہادر ستیہ پرکاش سنگھا، جو ایس پی سنگھا کے نام سے جانے جاتے ہیں، ایک سیاسی کارکن تھے جو ۱۸۹۳ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں ملازمت حاصل کی اور میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کا امتحانی نظام متعارف کرایا۔ ان کی خدمات کے باعث برطانوی حکومت نے انہیں 'دیوان بہادر' کے اعزاز سے نوازا۔ ہندوستانی عیسائیوں کی اکثریت، جس کی نمائندگی آل انڈیا کانفرنس آف انڈین کرسچن کرتی تھی، انڈین نیشنل کانگریس کے اتحادی تھی۔ تاہم، ایس پی سنگھا نے اس کے برعکس نقطہ نظر رکھا اور مارچ ۱۹۴۰ میں لاہور میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت کی۔

انہوں نے اعلان کیا کہ، "جناح ہمارے رہنما ہیں" اور یقین دلایا کہ پاکستان بنانے میں عیسائی ان کا ساتھ دیں گے۔ سنگھا نے متحدہ ہندوستان میں پنجاب اسمبلی کے اسپیکر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو ایس پی سنگھا نے پاکستان میں رہنے کا انتخاب کیا اور ۱۹۴۸ میں انتقال کر گئے۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ شملہ وفد ۱۹۰۶ کی اہمیت بیان کریں؟

۲۔ ۱۹۲۸ کی نہرو رپورٹ کا تجزیہ کریں؟

۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے تین مقاصد کیا تھے؟

۴۔ قائداعظم کے پیش کردہ چودہ نکات کی اہمیت بیان کریں؟

۵۔ علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ کے خطاب کا تجزیہ کریں؟

۶۔ ۱۹۴۵ کی شملہ کانفرنس کی ناکامی کی وضاحت کریں؟

۷۔ ۱۹۴۶ کے کیبنٹ مشن پلان کے دیے گئے فارمولے کا تجزیہ کریں؟

National Book Foundation

سوال نمبر ۲: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ لکھنؤ معاہدے میں کس طرح کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے خدشات اور مطالبات کو پورا کیا؟

۲۔ تحریک خلافت کیسے ابھری، اور اس کے بنیادی مقاصد کیا تھے؟

۳۔ کانگریس کی وزارتوں نے مسلمانوں کے خلاف کس حد تک کام کیا، اور ان کے اقدامات کے کیا نتائج نکلے؟

۴۔ قرارداد لاہور میں بنیادی اصول اور مطالبات کیا تھے؟

۵۔ جون ۱۹۴۷ء کے منصوبے کی وہ کون سی اہم دفعات تھیں جنہوں نے ہندوستان کی تقسیم کی راہ ہموار کی؟

اضافی سرگرمی

ہر طالب علم ایک موضوع کا انتخاب کرے گا، ایک چارٹ تیار کرے گا، اہم نکات لکھے گا، اور پھر استاد کو جمع کرائے گا۔

تحریک خلافت کے دوران گاندھی اور مسلم رہنماؤں کے کردار کا موازنہ اور موازنہ کریں؟

لغت

وفد: لوگوں کا ایک گروپ

پارلیمنٹرین: ممبر پارلیمنٹ

باغی: وہ شخص جو اپنی حکومت کے خلاف لڑتا ہے۔

مظاہرہ: حکومت کے خلاف عوامی جلسہ یا مارچ

صوبائی خودمختاری: صوبے کی خودمختاری اور فیصلہ سازی کا اختیار

آئین میں ترمیم: آئین میں تبدیلی متعارف کرانا

وفاقی نظام: طاقت مرکز اور صوبوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔

دو ایوانی مقننہ: مقننہ کے دو ایوان (پاکستان: قومی اسمبلی اور سینیٹ)

عبوری حکومت: ایک عارضی حکومت

National Book Foundation

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔

National Book Foundation